



جلد: ۲۴ —— شمارہ: ۲۱-۲۲
۹، ۲ فروری ۷۹ء ۔ ۴، ۱۱ ربیع الاول ۹۹ھ

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر منتظم: میاں محمد اجمل قادری
مدیر: سعید الرحمٰن علوی
مدیر معاون: صالح محمد حضروی

بدل اشتراک: سالانہ ۶۰/۰ روپے، ششماہی ۳۰/۰ روپے
سہ ماہی ۱۵/۰ روپے - فی پرچہ ۵۰/۱ روپیہ

ربِّ محمدؐ کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے بچو!

سرورِ کائنات، رحمتِ دو عالم، جانِ دو عالم، قائدِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا یومِ پیدائش جوں جوں قریب آ رہا ہے سرکاری و غیر سرکاری طور پر تقریبات کے اعلان کا سلسلہ وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے۔ یہاں تک اعلان ہو چکا ہے کہ جلوس کے شرکاء پر جہازوں کے ذریعہ پھول کی پتیاں نچھاور کی جائیں گی۔ اور لاہور میونسپل کارپوریشن کے ملازمین شرکاء پر عرق گلاب کا سپرے کریں گے الغرض ایک سے بڑھ کر ایک "غلامانِ محمدؐ" میں اپنا نام لکھوانے اور اپنی تشہیر میں مصروف ہے۔

لیکن جو کچھ کرنے کا اعلان ہو رہا ہے کیا وہ واقعی اسلام ہے؟ اور کیا اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اور آپؐ سے عقیدت و محبت کا حق ادا ہو جائے گا؟ اور کیا اس طرح ہم اپنے مسائل پر قابو پا لیں گے؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ سب کچھ کرنے والے کچھ حاصل نہیں کر پائیں گے بلکہ کچھ کھونے کا امکان ضرور ہے۔

اللہ کے پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم اپنے تاریخی خطبہ حج میں جو باتیں ارشاد فرمائی تھیں ان میں فرمایا تھا کہ:-

"میں اللہ کی کتاب اور اپنا طریقہ (سنت) تمہارے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں ان کی پیروی سے تم گمراہی سے محفوظ رہو گے"

مادرِ گیتی کے چپہ چپہ پر قرآنی مکاتب و مدارس موجود ہیں، علماء و صلحاء موجود ہیں، اربابِ دین و دانش موجود ہیں، علماء متقدمین و متاخرین کے ہزاروں تفسیری مجموعے، حدیثی ذخیرے اور

ان کی شرحیں موجود ہیں، اہل اللہ اور اساطین امت کی مختلف موضوعات پر بے پناہ کتابیں ہیں۔ لیکن ہم اپنی ناقص معلومات کی بناء پر یہ کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ جو ہو رہا ہے اور جو کرنے کا اعلان کیا جا رہا ہے اس سلسلہ میں کرنے والے کوئی سند پیش نہیں کر سکتے۔

کس قدر مقام تاسّف ہے کہ وطنِ عزیز کو معرضِ وجود میں آئے ہوئے ۲۲ سال ہونے کو ہیں وہ مقصد عزیز و جلیل جو اس ملک کی بنا کا باعث تھا اور جس کے لیے مسلم اکثریتی صوبوں کو چھوڑ اقلیتی صوبوں تک کے مسلمانوں نے بے پناہ جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور اپنا ووٹ پاکستان کے حق میں استعمال کیا ان سب کو بھلا کر ہمارے حکمرانوں نے بدعات و خرافات کی بڑھ چڑھ کر سرپرستی کی۔ اس قسم کے کاموں اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن اگر نہ کیا تو صحیح اسلام کا نفاذ نہ کیا، اسلامی معاشرت کا نہ سوچا، اسلامی اقتصاد و معاش کی فکر نہ کی اور اسلامی نظامِ تعلیم کی پرواہ نہ کی کس قدر ستم ظریفی ہے کہ آج ہمارا تاجر طبقہ اپنی تمام عمارت کو سود پر استوار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرح تجارتی معاملات میں ہر وہ حرکت کی جاتی ہے جو قرآن و سنت کے منافی ہے۔ لیکن میلاد النبیؐ اور دوسرے مخصوص ایام میں "چراغاں" کر کے سمجھ لیا جاتا ہے کہ حق ادا ہو گیا۔ یہ قوم آج تک عدل عمرانی سے محروم ہے کبھی اس کے حکمران مسجد کی چٹائیوں پر لیٹتے تھے آج اس کے حکمران بیوک اور مزدا کاروں میں دوڑتے ہیں، ان کے کمروں کے پردے ریشم و دیبا کے ہوتے ہیں ان کے گھروں کی سجاوٹ و آرائش کے لیے غیر ملکی سامان درآمد کیا جاتا ہے اور کروڑوں روپیہ اس قسم کی عیاشیوں پر خرچ ہو جاتا ہے جبکہ ملک کی بہت بڑی آبادی مفلوک الحال ہے اور غربت و افلاس کے ماحول میں وقت گذار رہی ہے۔ حکومت اور معاشرہ آج تک اپنی ضرورتوں کے مطابق تعلیم گاہوں کا انتظام نہ کر سکا ہر سال لا تعداد طلبہ میڈیکل اور دوسرے کالجوں میں داخلہ سے محروم رہ جاتے ہیں لیکن یہ بد اندیش قوم کروڑوں روپیہ محمدؐ کریم علیہ السلام کی ولادت کے جشن پر خرچ کر دیتی ہے لاکھوں روپیہ السید علی ہجویری اور شیخ فرید پاکپتنی قدس سرھما جیسے حضرات کے مزارات کے غسل پر برباد کر دیتی ہے۔

ہم نے گذشتہ صحبت میں ہی عرض کیا تھا کہ حکومت کا کام عوام کو اپنے پیچھے چلانا ہے نہ کہ عوام کے پیچھے چلنا۔ لیکن یہاں حالت یہ ہے کہ عوام کو خوش رکھنے کی فکر کی جاتی ہے اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ یہ بے چارے تو حقائق سے واقف نہیں تعلیم و تربیت سے محروم ہیں اور انہیں دین و دانش سے محروم اور ننگِ اسلام و انسانیت "مذہبی رہنماؤں" نے خوش عقیدگی کے چکر میں پھنسا رکھا ہے۔ اس لیے ان کو سمجھا بجھا کر حقیقت کی طرف رجوع کی دعوت دینی چاہیئے نہ کہ ان حرکات میں اضافہ کر کے ان کو مزید کھل کھیلنے کا موقع فراہم کرنا چاہیئے۔

ہم لگی لپٹی رکھے بغیر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح آج اسلام اور اسلامی قدروں کو بازیچۂ اطفال بنایا جا رہا ہے اور مختلف النوع جشن، میلے اور عرس کر کر کے قوم کے اجتماعی اخلاق کو تباہ کیا جا رہا ہے اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوگا کہ ہم لوگ ان اعلیٰ

(باقی ۱۴ پر)

ضبط و ترتیب: علوی

اولیاء اللہ نے کیا کہا؟ اور ہم کیا کر رہے ہیں؟

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ ...... ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ صدق اللہ العظیم (یونس ۶۲ تا ۶۴)

ترجمہ: خبردار! بے شک جو اللہ کے دوست ہیں نہ ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

(حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ)

سورۃ یونس (علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی آیات اور ان کا ترجمہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں آپ کے سامنے نقل کیا۔ ان آیات کے تحت حضرت لاہوری قدس سرہ فرماتے ہیں :۔

(۶۲) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا حق ادا کرنے والے ہیں وہ اس کے دربار میں ہر خطرہ سے محفوظ ہوں گے

(۶۳) دوستی کا حق ادا کرنے والے یہ لوگ ہیں (یعنی صاحب ایمان و تقویٰ)

(۶۴) ایسے لوگ دنیا میں ہوں یا آخرت میں دونوں جگہ ان کے لیے مبارک ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی فیصلہ ہے۔

(ص ۳۴۳)

مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ نے اپنے فاضلانہ قلم سے جو حواشی تحریر فرمائے ان میں آپ ارشاد فرماتے ہیں :

ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایات حدیثیہ کی بناء پر اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اولیاء اللہ (خدا کے دوستوں) کو آخرت میں اہوال محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے۔ بعض مفسرین نے آپ کو کچھ عام رکھا ہے یعنی ان پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اولیاء اللہ کی تعریف فرمائی یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے پہلے کئی مواقع پر معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان و تقوےٰ کے بہت سے مدارج ہیں پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی درجہ میں موجود ہوگا۔ اسی درجہ میں ولایت کا ایک

حصہ اس کے لیے ثابت ہوگا ۔ ۔ ۔

عرف میں ولی اس کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو۔ احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کیے گئے ہیں۔ مثلاً ان کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے یا مخلوقِ خدا سے ان کو بے لوث محبت ہو ۔ ۔ ۔ ان کے لیے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً حق تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی جو لاخوف علیہم وغیرہ کی بشارت دی ہے یا فرشتے موت کے قریب ان کو کہتے ہیں ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۔ ۔ ۔ یا کثرت سے سچّے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا اُن کی نسبت دوسرے بندگانِ خدا کو دکھائی دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے یا خواص اور کبھی خواص سے گذر کر عوام میں بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کی مدح و ثنا اور ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں ۔ ۔ ۔ رہی بشارت اخروی وہ خود قرآن میں منصوص ہے بشرٰکم الیوم جنّٰت تجری من تحتہا الانہار۔ اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (عثمانی ۲۷۸-۲۷۹)

خدا کے دوست

قرآن کریم کی آیات ان کا ترجمہ اور اللہ کے دو مقبول بندوں کے تشریحی نوٹ آپ نے سماعت فرما لیے۔ جن سے "خدا کے دوستوں" کی قدر و منزلت اور ان کی معرفت و پہچان کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی معرفت و پہچان کے لیے دو لفظ ارشاد فرمائے ایمان اور تقویٰ، اور یہ الفاظ قرآن میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ ایمان کا مطلب یقین ہے اور اس سے مراد ان حقائق کا تسلیم کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی وساطت سے ہمیں عطا فرمائے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ حقائق ہمیں نظر آئیں یا نہ آئیں اور ہم ان کی حقیقت کو پا سکیں یا نہ پا سکیں۔ سورۂ بقرہ کی ابتدا میں اہل ایمان و تقویٰ کی جن خصوصیات کا ذکر ہے وہاں "ایمان بالغیب" کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا یہی مطلب ہے کہ ہمارا کام ماننا ہے۔ اس ادھیڑ بن میں نہیں پڑنا کہ وہ نظر آتی ہے یا نہیں اور تقویٰ کا آسان لفظوں میں مفہوم یہ ہے کہ شاہراہِ حیات پر اس انداز سے سفر کرنا کہ انسانی جسم و روح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے آلودہ نہ ہوں بلکہ انسانی زندگی ہزار رکاوٹوں کے باوجود مالک الملک کے بتلائے ہوئے اصولوں کے مطابق گذرے کسی عارف نے کتنی اچھی بات کہی کہ ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوید کہ دامن تر مکن ہشیار باش

یعنی بیچ دریا کھڑا کر کے دامن کو تر آلودگی سے بچانے کی تلقین کرنا کمال ہے۔ اسی طرح اس کارگہ حیات میں جب انسان آتا ہے تو نفس و شیطان کے پھندے اس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور شیطان جو روزِ اوّل سے انسان کا

کھلا دشمن ہے وہ اسے فریب میں مبتلا کرتا ہے اوساوس کا شکار کرتا ہے اور اس پیرزال یعنی دنیا کی فسوں کاری کو عجیب و غریب انداز سے انسان کے جسم و جاں میں اتارنے کی کوشش کرتا ہے لیکن مرد کامل و دانا جو قرآن کے الفاظ میں اشدّ حبًّا للّٰہ، سب سے زیادہ خدا سے محبت کرنے والا ہوتا ہے وہ غرور نفس و شیطان کی پروا کئے بغیر توفیق الٰہی سے صراط مستقیم پر رواں دواں رہتا ہے تو وہ اللہ کی محبت کا مورد بن جاتا ہے۔

اولیائے امّت کا کردار

اس قسم کے اعاظم رجال اور بندگانِ عشق و معرفتِ الٰہی کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زبانیں خدا کی یاد سے تر اور ان کے دل معرفتِ الٰہی کی جلوہ گاہ ہوتے ہیں وہ اپنے اعضاء و جوارح کو ہر دم خدا کی نافرمانی سے بچاتے ہیں اور اگر کبھی بشری تقاضوں کے پیشِ نظر ایسا ہو جاتا ہے تو خوفِ خدا کی وجہ سے رو رو کر اپنے آپ کو بے حال بنا لیتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک مرتبہ فجر کی نماز کی تکبیر تحریمہ رہ گئی تو اتنا روئے کہ ہر دیکھنے والے کو رحم آنے لگا۔

حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گناہ سرزد ہوا تو دیوانہ وار بارگاہِ نبوّت میں تشریف لائے اور کھلے بندوں اقرار جرم کرکے ملتجی ہوئے کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے اور بعد از تحقیق احوال جب آپؐ نے ان پر حد جاری کی تو ان کے خون کے قطرات کسی دوسرے مسلمان پر پڑ گئے جس نے ذرا ہلکی بات کہہ دی —— تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا مت کہو۔ اس نے جو توبہ کی اسے مدینہ کی پوری آبادی پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کی بخشش ہو جائے (اوکما قال)

الغرض یہ اربابِ بصیرت و معرفت ہر حال اور ہر گھڑی خدا سے ڈرتے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی گذارتے ہیں اور اپنی عمر کے محدود لمحات کو اللہ کی امانت سمجھ کر اسی کی منشا میں گذر بسر کر دیتے ہیں اور کبھی کبھار نعمت ایزدی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جب ان پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ: ع

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

برِصغیر اور اولیاء ربانی

خود اس برصغیر کا وسیع و عریض خطہ جس میں آج بیس کروڑ کے لگ بھگ مسلمان آباد ہیں اس میں اسلام کا نور انہی اولیاء ربانیین کے دم قدم سے پھیلا۔ تیغ آزما اور مجاہدین اسلام کی جد و جہد کا انکار نہیں انہوں نے یقیناً جان ہتھیلی پر رکھ کر اعلاء کلمۃ الحق کے لیے بڑی قربانی دی لیکن یہاں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کام دراصل جس طبقہ نے کیا وہ یہی لوگ تھے۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے راجپوتانہ کے علاقے میں مشعل اسلام کو روشن کیا حضرت سید علی ہجویری قدس سرہٗ نے لاہور میں اپنا مسکن بنا کر یہاں دینی محنت کی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اصلاحی کوششوں سے سلطنت مغلیہ کی پٹڑی سے اتری ہوئی گاڑی کو از سرِنو لائن پر چڑھا دیا —— حضرت شیخ الاسلام بابا فریدالدین گنج شکرؒ، شیخ المشائخ حضرت زکریا ملتانیؒ، پیر صابر کلیری

اور سلطان دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے ہزاروں بندگانِ خدا نے یہ محنت کی اور اب تک ایسے گدڑی پوش موجود ہیں جو یہ فرض انجام دے رہے ہیں۔ ان حضرات نے عقائد کی اصلاح کی، انسانی اعمال کو سنتِ نبویؐ کے سانچے میں ڈھالنے کی جد و جہد کی اور اخلاق و کردار کے لیے مصلح کا فریضہ سرانجام دیا۔۔۔ ہزاروں بتوں کے پجاری اور قبروں پر ماتھے رگڑنے والے، مورتیوں پر نیازیں چڑھانے والے، غیروں کی معاشرت کی دیکھا دیکھی چوٹی رکھنے والے، نکاحِ بیوگان کی مخالفت کرنے والے اور اس قسم کی قباحتوں کا شکار لوگ ان اہل اللہ کی محنت سے راہ راست پر آگئے۔ ان حضرات نے زندگی یوں گذاری اور اپنے پیچھے اپنا لٹریچر چھوڑ گئے جو آج بھی گم گشتہ راہ لوگوں کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔ اس لٹریچر میں حضرت شیخ جیلانیؒ کی غنیۃ الطالبین اور الفتح الربانی۔ سید ہجویریؒ کی کشف المحجوب اور حضرت مجددؒ کے مکتوبات اور امام ولی اللہ کی تفہیمات، قول الجمیل اور ازالۃ الخفا وغیرہ آج بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ عقائد و اعمال اور اخلاق و کردار کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

لیکن آہ!

کہ ہم نے ان بندگانِ عشق و محبت کے معاملہ میں اپنی بنیادی ذمہ داریوں کو بھلا دیا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے برعکس ان حضرات کی قبروں پر کروڑوں روپے خرچ کر دیئے، وسیع و عریض عمارات بنوائیں، قبے بنائے اور سونے کے دروازے لگا دیئے لیکن پیغمبر اسلام علیہ السلام نے پختہ قبر بنانے والوں پر لعنت بھیجی۔ مزارات پر جانے والی عورتوں کو مستحق لعنت قرار دیا۔ ہم نے عرسوں کے نام میلوں ٹھیلوں کا اہتمام کیا۔ خود لاہور میں سید علی ہجویری قدس سرہٗ کے عرس کے سلسلہ میں جو بدعات و خرافات ہوتی ہیں انہیں کوئی غیر مسلم دیکھ لے تو وہ ہمارے ایمان اور ہماری عقلوں کا ماتم کرے۔ غضب یہ ہے کہ سارا سال پانی والا دودھ گاہکوں کو دینے والے اس دن خالص دودھ کی نیاز چڑھا کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ نماز جیسے اہم فریضہ اور دیگر فرائض سے بے نیاز ہوکر چھوٹے بڑے ماتھے رگڑتے نظر آئیں گے۔ خدا کے بغیر غیروں سے مرادیں مانگی جاتی ہیں ہزاروں من روح کیوڑہ اور عرق گلاب مزارات کے غسل پر خرچ کر دیا جاتا ہے اور آوارہ منشوں کی ٹولیاں گلی گلی کوچہ کوچہ پھر کر ڈالی لیے لیے پھرتی ہیں اور چندے اکٹھے کرکے کام و دہن کی مکروہات سے تواضع کی جاتی ہے۔ جو شخص ان مکروہات پر ٹوکے وہ مجرم اور جو ان چیزوں کی سرپرستی کریں وہ اہلسنت و جماعت! میں پوری ذمہ داری کے ساتھ نام نہاد اہلسنت کے "علماء" سے اور خود حکومت سے درخواست کرونگا کہ وہ امت کو اس صورت حال سے بچائے۔ ان بزرگانِ دین نے جس جذبے اور انقلابی دین کے لیے دور دراز کا سفر کرکے محنت کی۔ اس دین کے نفاذ کا اہتمام کیا جائے اور ان اہل اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں معاشرہ کی بہتری کا فرض سرانجام دیا جائے ورنہ یہ میلے ٹھیلے اور یہ بدعات و خرافات ہماری ہستی کو غارت کر دیں گی اور ہم دنیا میں بے ننگ و نام ہو کر رہ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ محمدیہؐ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : حمزوی

تقویٰ کا بنیادی تقاضا خوفِ خدا ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

یا ایہا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم واللہ ذوالفضل العظیم ۔

(صدق اللہ العظیم)

آیتِ متلو کا ترجمہ سماعت فرمایئے !

"اے ایمان والو ! اگر تم تقویٰ کی روش اختیار کروگے تو اللہ تم کو اپنے خاص فضل سے ایک امتیازی قوت اور امتیازی شان بخشے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ۔"

گزشتہ مجلس ذکر میں اطمینانِ قلب کے سلسلہ میں چند گذارشات گوش گذار کی تھیں ۔ صحبتِ امروزہ میں تقویٰ کے متعلق مختصر طور پر بیان کروں گا ۔

انبیاء کی وراثت

حجۃ الوداع کے موقع پر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا :-

ترکت فیکم ثقلین لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی (او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

میں تمہارے درمیان دو بھاری اور بوجھل چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔ جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔

وہ دو بھاری اور بوجھل و وزنی چیزیں کیا ہیں ؟ کیا درہم و دینار ہیں ؟ محلات اور زر و جواہرات ہیں ؟ سرسبز و شاداب فصلیں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغات ہیں ؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ یہ اشیاء تو دنیاوی ساز و سامان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ۔

ہم انبیاء کا گروہ نہ خود کسی کے (مادی سامان کے) وارث بنتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث بنتا ہے ۔

اور ایک روایت میں آتا ہے :-

لا نرث درھماً ولا دیناراً ۔ ہم درہم و دینار کے وارث نہیں بنتے ۔

تو سوال یہ ہے کہ انبیا کی وراثت کیا ہے ؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے جو اس روایت میں ہے ۔ العلماء ورثۃ الانبیاء ۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں ۔ اشارہ ہے اس جانب کہ انبیاء کی وراثت مال و دولت نہیں "علم" ہے جس کے علماء وارث ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کیا ہے ؟ حجۃ الوداع کے خطبہ میں اسی چیز کی صراحت کی گئی ہے کہ میں اپنی وراثت دو بوجھل چیزیں تمہارے

درمیان چھوڑے جا رہا ہوں جن کے حقیقی وارث تو علماء ہیں لیکن جب تک تم بھی علماء کی طرح ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے یعنی ان کے مطابق عمل کرتے رہو گے کبھی گمراہی اور ضلالت کے قعرِ مذلّت میں نہیں گر سکتے۔ وہ دو بوجھل چیزیں ایک اللہ کی کتاب ہے، دوسری میری سنّت ہے۔ گویا جب تک مومن کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں سنتِ خیرالانامؐ کی مشعل ہو اور اس مشعل کی روشنی میں وہ چلتا رہے تو صراطِ مستقیم سے کبھی نہیں بھٹک سکتا۔

جب یہ بات واضح اور مبرہن ہو چکی کہ قرآنی اصول ہماری فوز و فلاح اور رشد و ہدایت کے ضامن ہیں تو کیوں نہ ان کے مطابق عمل کر کے دنیا میں سرخروئی اور آخرت میں کامرانی حاصل کی جائے۔

تقوے کی حقیقت

ان قرآنی اصولوں میں سے ایک قانون اس آیت میں ذکر ہے جو میں نے تلاوت کی ہے اور جس میں تقویٰ اور اس کی برکات کا ذکر ہے۔

تقویٰ اصطلاح شریعت میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا نام ہے۔ تفصیلات کا وقت نہیں مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ تقوے کے تین مدارج و مراتب ہیں جنہیں امام بیضاویؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔

سب سے اوّل یہ ہے کہ

"نارِ جہنم سے ڈر کر اپنا دامن شرک و کفر سے بچائے رکھنا۔ اسی کا نام توحید خالص ہے۔ جس کو "کلمۃ التقویٰ" سے قرآن نے تعبیر کیا۔

دوسرا درجہ ہے:۔

ہر اس فعل یا ترکِ فعل سے اعراض و اجتناب کرنا جس میں معصیت اور گناہ ہو حتیٰ کہ صغیرہ گناہوں سے بھی پرہیز کرنا۔ شرع میں اسی کو تقویٰ کہتے ہیں۔

تیسرا درجہ اعلیٰ ترین تقویٰ کا ہے۔

کہ ہر اس چیز سے جو حق سے غافل کرنا چاہے بالکل لاتعلق رہنا اور حق سبحانہ کے ساتھ ظاہر و باطن میں دل بستگی رکھنا۔ اس اعلیٰ و افضل ترین تقویٰ کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہٖ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ایسا ڈرو کہ ڈرنے کا حق ادا کرو۔

اسلام میں عبادت کو ایک مرکزی حیثیت و مقام حاصل ہے لیکن عبادت کوئی بھی ہو جب تک اس کے اندر تقویٰ نہ ہو اللہ کے ہاں مقبول نہیں مردود ہے — قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ کہ خداوند تمہاری نماز اور روزے، حج اور قربانی، خاندان اور قبیلے، خوبصورت و حسین شکلیں اور اعمال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ کس عمل کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور کون سا عمل عدم تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ جو عمل تقویٰ کی بنیاد پر ہو قبول کر لیتا ہے اور جو عدم تقویٰ کی بنیاد پر ہو اس کو رد کر دیتا ہے اس کی ایک مثال بیان کئے دیتا ہوں۔ مسجد بنانا یا اس کی تعمیر میں حسب استطاعت حصہ لینا موجبِ اجر و ثواب ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

من بنى لله مسجداً بنى الله له بيتاً في الجنة۔ جو شخص اللہ کے لیے کوئی مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔

تعمیر مسجد جیسا انتہائی خوبصورت عمل بھی جب تقویٰ کی بنیاد پر نہ ہو تو خداوند قدوس اس کو بھی پسند نہیں فرماتے۔ قرآن میں ایک مسجد کا ذکر ہے جسے مسجد ضرار کہا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو جلوا دیا۔ اس لیے کہ آپؐ کو بذریعہ وحی اطلاع دی گئی تھی کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر نہیں ہے۔

تقوے اور اس کے تقاضے

جب یہ بات واضح ہو چکی کہ ہر عمل میں اللہ کو تقویٰ پسند ہے تو تقویٰ کے جو تقاضے ہیں ان سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے تقویٰ کا سب سے بنیادی تقاضا خوف خداوندی ہے۔ اس کے علاوہ عدل و انصاف، ایفائے عہد، مخلوق کے حقوق کی پاسداری، صغیرہ و کبیرہ سے پرہیز، مشکوک اشیاء سے اجتناب، ظلم و ستم سے اعراض، ناپ تول میں کمی بیشی سے بچنا وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے عمل ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔

ہر معاملہ میں تقویٰ کا مرکزی تقاضا خوف خدا ہے اور جب ہر مومن کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہو جائے تو معاشرہ کی اصلاح مشکل نہیں رہتی بلکہ خود بخود ہو جاتی ہے۔ جب ہر مسلمان یہ یقین بنا لے کہ میں نے اس زندگی کا خدا کو حساب دینا ہے۔ اور میرے ہر ہر عمل کے متعلق باز پرس ہوگی تو کیا وہ خدا و رسولؐ کے احکام کی حدود توڑے گا؟ فرائض و سنن میں غفلت برتے گا؟ مسجد کی بجائے میخانے کی سمت چلے گا؟ سود اور رشوت لے گا؟ جھوٹ اور دجل و فریب میں مبتلا ہوگا؟ کسی کا ظلماً حق چھینے گا؟ اکل حلال کی بجائے اکل حرام کھائے گا؟ ناپ تول میں کمی بیشی کرے گا؟ ان کے علاوہ دنیا بھر کی جتنی غلاظتیں اور برائیاں ہیں کیا ان میں سے کسی کا بھی ارتکاب کرے گا؟ یقیناً نہیں بالکل نہیں۔

آج معاشرہ میں بدی اور معصیت عروج پر ہے۔ دعوتِ گناہ کا بازار گرم ہے۔ اس کا صرف ایک سبب ہے کہ خوفِ خدا ہمارے دلوں سے نکل چکا۔ تقویٰ کی صفت سے ہم متصف نہیں رہے۔

دعا کریں کہ اللہ ہمیں تقویٰ کی صفت سے نوازے اور اپنا خوف ہمارے دلوں میں پیدا کر دے تاکہ جلوت و خلوت میں ہر آن ہمارے دل اس کے خوف سے لرزتے رہیں۔

و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اداریہ صـ۱۲ سے آگے

ہستی سے مٹ جائیں گے۔

اے حکمرانو! اے اہل علم! اور اے عوام اپنی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے وقت کا دھارا بدل لو ورنہ وہ گھڑی دور نہیں، جب تم تماشا بن جاؤ گے اور یہ اس لیے کہ تم نے خدا کے دین کو تماشا بنایا اور دین کا مالک اپنی غیرت کی وجہ سے اس کا انتقام لے گا اور ضرور!

اے کاش ہماری آنکھیں کھل جائیں؟

علو ۲۹ صفر ۹۹

بقیہ : اداریہ

خصائل و عادات سے محروم ہو جائیں گے جو ہمارا طرۂ امتیاز تھیں، جہاد اسلامی کا جوش و جذبہ فنا ہو جائے گا اور ہم بھیڑ بکریوں کی طرح کسی بھیڑئیے کا شکار ہو جائیں گے۔

آج ساری دینی عمارت سیاسی مصلحتوں کے تابع ہو کر رہ گئی ہے "اعلیٰ حضرت" کا قبیلہ جس نے دین کو محض کھانے پینے اور چند رسوم و رواج کا نام دے رکھا ہے اس سے قطع نظر اس ملک میں دین اسلام کے سچے خادم اور برصغیر میں مجددیؒ عزیمت و ولی اللّٰہیؒ فکر کے وارث نیز شہداء بالاکوٹ کے جذبہ حریت و استقلال کے پاسبان بھی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس نہیں کر رہے وہ بھی کاغذی اور اشتہاری تنظیموں کے سہارے ملک میں زندہ رہنے کی مشق کر رہے ہیں لیکن یاد رکھیں جب تک ہم لوگ سروں پر کفن نہیں باندھیں گے، حالات کے طوفان سے نہیں ٹکرائیں گے اور یتیم مکہ و مہاجر بطحا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریق دعوت نہیں اپنائیں گے اس وقت تک ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آئیے رسم کر و فر کو خیرباد کہہ کر اپنے اسلاف کی سنت کو تازہ کریں صحراؤں اور بیابانوں کو قطع کرتے ہوئے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل جائیں۔ راستہ کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے کی رسم کہنہ کو تازہ کرکے دین اسلام کا پھریرا ہر طرف لہرائیں، لوگوں کو بتلائیں کہ دین کی حقیقت کیا ہے؟ محمد کریمؐ کا اسوہ کیا ہے؟ اور ہم خیر امت و "امت وسط" کہلانے کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں؟ جب اس طرح اللہ کے سپاہی بن کر ہم گھروں سے نکلیں گے تو یقین کریں کہ خدائے ذوالجلال کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ ہوگی بدعات و خرافات کا طوفان دم توڑ جائے گا۔ اللہ کے سوا غیروں کے پجاری اپنی موت آپ مر جائیں گے اور دین قیمّ کی رونق لوٹ آئے گی بصورت دیگر ہماری مجرمانہ غفلت و خاموشی ہمیں تباہ کرکے چھوڑ دیگی اور ہم ربّ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غصہ و جلال میں ڈوبی ہوئی نگاہ کا شکار ہو کر صفحۂ

(باقی ۱۱ پر)

حضرت ابو العاصؓ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے داماد

سیدنا ابو العاصؓ بن ربیع ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھانجے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مل جاتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ربیع اعلانِ اسلام سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ حضرت ربیع کو شرک اور کافرانہ رسومات سے سخت ترین نفرت تھی۔ آپ اپنی قوم کی ان حرکات سے نالاں ہو کر عیسائی علماء کے پاس گئے اور ان کے دین میں شامل ہونے کی خواہش کی۔ لیکن عیسائی علماء نے ان کے جذبہ اور خلوص کو دیکھ کر ان کو صاف صاف بتا دیا کہ عیسائی قوم خود اپنے دین اور اصولوں سے ہٹ چکی ہے اس لیے اگر گمراہ ہونا ہے تو ہماری قوم میں شامل ہو جاؤ۔ اس کے بعد وہ یہودی علماء کے پاس گئے اور ان سے بھی اپنی اسی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن وہاں سے بھی جواب ملا کہ اگر خدا کے غضب میں آنا ہے تو یہودی ہو جاؤ۔ لہٰذا حضرت ربیع ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے گھر لوٹ آئے اور اللہ کی جناب میں درخواست کی کہ یا اللہ میں نہیں جانتا کہ صحیح دین کیا ہے، لیکن میں شرک اور کفر سے بیزار ہوں اور صرف تجھ ہی کو خالق و مالک جانتا ہوں اور اسی عقیدے پر ان کا انتقال ہو گیا۔ سیدنا ابو العاص نے اپنے والد حضرت ربیع کے انتقال کے بعد ان کا کاروبار خود سنبھال لیا اور اپنے باپ کی طرح ہمیشہ شرک اور جاہلانہ رسومات سے حتی الامکان پہلوتہی کی۔

سیدنا ابو العاص کی نیکی اخلاق، دیانت، شرافت، امانت اور بہادری کا پورے مکہ میں شہرہ تھا، اور ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ اپنی لڑکی اس شریف النفس انسان کے عقد میں دے دے تاکہ نہ صرف اس کی بیٹی ساری عمر آسائش و آرام میں بسر کرے بلکہ اس کی اپنی عزت میں بھی چار چاند لگ جائیں۔ لیکن حضرت ابو العاصؓ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مانوس تھے اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے بڑے بڑے سرداروں اور متمول لوگوں کو ٹھکرا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنا پسند فرمایا۔

سیدنا ابو العاص کا مکہ کے معزز ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کی تجارت مدینہ منورہ اور دوسرے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ بہت نیز بھی تھے۔ اس لیے غرباء خصوصاً ان کے قبیلہ بنو امیہ کے لوگ ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اور ان کے ایک ادنیٰ اشارہ پر اپنی جان قربان کر دینے کو فخر سمجھتے تھے۔ آپ بھی اپنی بے پناہ بہادری کے باعث مکہ میں "شیر دل" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑے امین سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ اکثر لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس ہی رکھواتے تھے۔ اور یہی وہ خوبیاں اور کمالات تھے جن سے متاثر ہو کر سرکار

دو عالم نے اپنی سب سے بڑی اور عزیز ترین بیٹی حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابوالعاص سے کر دیا تھا - حضرت ابوالعاصؓ نے اس شادی کو آخر عمر تک اس قدر عمدگی سے نبھایا کہ اکثر آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ ابوالعاص نے دامادی کا حق ادا کر دیا - ان زن و شوہر میں کبھی ناچاکی یا بدمزگی کا موقع نہیں آیا - یہاں تک کہ ان کی محبت پورے عرب میں ضرب المثل بن گئی - اور جب کبھی کسی خاوند اور بیوی کی محبت اور بہتر سلوک کا ذکر ہوتا تو لوگ بے ساختہ کہہ اٹھتے کہ یہ تو زینبؓ اور ابوالعاصؓ بن گئے -

جب نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ سیدّہ زینبؓ بھی ایمان لا کر اسلام میں داخل ہو گئیں - مکہ کے سردار ابولہب ، ابوجہل اور عبدِ مناف وغیرہ حضرت ابوالعاصؓ کے پاس پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ کیونکہ زینبؓ بنت محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے اسلام قبول کر لیا ہے لہٰذا تم ان کو طلاق دے دو اور ان سے علیحدگی اختیار کر لو ہم اس کے عوض تم کو خوبصورت ترین ، کمسن اور سلیقہ مند لڑکی تمہارے نکاح میں دلانے کے لیے تیار ہیں - لیکن حضرت ابوالعاص نے ان کو صاف جواب دیا کہ میں سیدّہ زینب کے اخلاق و آداب پر سارے عالم کی عورتوں کو قربان کر سکتا ہوں لیکن سیدّہ کو نہیں چھوڑ سکتا -

مشرکین نے سوال کیا کہ کیا تم بھی مسلمان ہو گئے ہو - فرمایا ، نہیں - لیکن جس طرح مجھے اپنے مذہب پر قائم رہنے کا اختیار ہے - اسی طرح سیدّہ زینب کو بھی اسلام قبول کرنے اور اس پر قائم رہنے کا پورا پورا حق حاصل ہے - وہ میرے عقیدے میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں اور اسیطرح میں بھی انہیں ان کے پسندیدہ مذہب سے علیحدہ ہونے پر جبر نہیں کر سکتا - اس جواب پر مشرکین مکہ طیش میں آ گئے اور کہا کہ ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے کسی ساتھی کے ہاں مسلمان بیوی ہو - لیکن حضرت ابوالعاص نے کہا کہ تم لوگوں کی پرواہ نہیں کرتا ، تم سے جو ہو سکے کر لو میں اور میرا قبیلہ مقابلہ کے لیے تیار ہے - کفار مجبوراً مایوس لوٹ گئے کیونکہ حضرت ابوالعاص سے جنگ کفار و مشرکین مکہ میں آپس میں خانہ جنگی کا سبب بن سکتی تھی - کیونکہ سیدّہ زینبؓ اس وقت اپنے میکے یعنی سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر گئی ہوئی تھیں لہٰذا حضرت ابوالعاص نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سیدّہ زینب کو ساتھ بھیجنے کی درخواست کی - نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بیٹے تمہیں معلوم ہے کہ زینبؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے - حضرت ابوالعاص نے جواب دیا مجھے معلوم ہے اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے - آنحضرت نے فرمایا کہ مشرکینِ مکہ تمہیں پریشان کریں گے - لیکن سیدّنا ابوالعاص نے جواب دیا ، آپ فکر نہ کریں میں ان سے بھگت لوں گا - چنانچہ ان کے اطمینان دلانے پر آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سیدّہ زینبؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا -

جب مشرکینِ مکہ نے آنحضرت اور ان کے ساتھیوں کا (جو اسلام لے آئے تھے) مقاطعہ کیا اور شعب بنو ہاشم (جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے موسوم ہوا) میں سب پناہ گزین ہو گئے تو حضرت ابوالعاص رات کے اندھیرے میں گدھے پر سامان خورد و نوش لاد کر اس گدھے کو شعب بنو ہاشم میں ہانک دیا کرتے تھے - اور اگر کوئی شخص دیکھ لیتا اور اعتراض کرتا تو آپ فرماتے کہ وہاں میری بیوی بھی ہے اور میں اس کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا - چنانچہ اس سامان سے مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ غذا

مہیا ہو جاتی اور مقاطعہ کے مصائب میں کمی آ جاتی تھی۔

مکہ معظمہ میں مسلمانوں کے علاوہ تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو مسلمانوں کے سخت مخالف تھے اور مسلمانوں اور اسلام کو نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے اور دوسرے غیر جانبدار قسم کے لوگ گو وہ ساتھ تو مشرکین مکہ کا ہی دیتے تھے لیکن خود شدید مخالف نہیں تھے۔ اور تیسرے وہ لوگ جو بظاہر مسلمان تو نہیں ہوئے تھے لیکن نہایت حکمت اور عقلمندی سے مسلمانوں کو کفار کے مظالم سے بچاتے تھے۔ تیسری قسم کے ان لوگوں میں حضرت عباسؓ (آنحضرتؐ کے چچا) اور حضرت ابوالعاصؓ بھی شامل تھے۔ چنانچہ جب بھی مشرکین مکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتے یہ آڑے آجاتے اور مختلف طریقوں سے ان کی حفاظت کرتے۔

چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت ابوذر غفاریؓ ایمان لائے اور جذبہ توحید سے سرشار ہو کر خانہ کعبہ میں جا کر اعلان اسلام کیا تو مشرکین مکہ ان پر ٹوٹ پڑے اور قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائیں، لیکن فوراً ہی حضرت عباسؓ نے پہنچ کر ان کی جان بچائی اور مشرکین کو ڈرایا کہ یہ جس قبیلہ کا سردار ہے اگر یہ ہلاک ہو گیا تو تمہاری تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ اور اسی طرح کے بیشمار واقعات ہیں جو احادیث اور تواریخ میں ملتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ جو دلوں میں اسلام کی محبت لیے ہوئے تھے مسلمانوں کی اعانت اور حفاظت کرتے تھے۔

جنگِ بدر میں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ سیدنا عباس، سیدنا عقیل اور سیدنا ابوالعاص بھی قید ہو گئے تو سرکارِ دو عالمؐ نے اس شرط پر کہ سیدہ زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں حضرت ابوالعاص کو رہائی عطا فرما دی۔ حضرت ابوالعاصؓ نے حسب وعدہ سیدہ زینب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ بھجوا دیا۔

ایک مرتبہ جب حضرت ابوالعاص سامان تجارت لے کر جا رہے تھے تو مدینہ کے قریب مسلمانوں نے حملہ کر کے ان کا سامان چھین لیا۔ حضرت ابوالعاص نے مدینہ پہنچ کر سیدہ زینب سے پناہ چاہی انہوں نے اعلان کر دیا کہ میں نے سیدنا ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کا سارا مال واپس کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالعاص مکہ تشریف لے گئے تمام لوگوں کی امانتیں واپس کیں اور باقاعدہ اسلام کا اعلان کر کے مدینہ ہی میں مستقل قیام پذیر ہو گئے اور باقی تمام زندگی اسلام کے مخالفین کے ساتھ جنگ اور جہاد میں بسر کی۔ چنانچہ بیعت رضوان میں بھی آپ موجود تھے۔ اور اس طرح جنت کی گارنٹی اور اللہ کی رضامندی بھی حاصل کی۔

حضرت ابوالعاص کے دو بچے ایک لڑکا جن کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا سیدہ زینب کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ یہ دونوں بچے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے اور ان دونوں کی پرورش اور تربیت میں زیادہ حصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک خوبصورت ہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفہ میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ ہار اپنے اہل بیت میں سے اس کو دوں گا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ سب کا خیال تھا کہ یہ ہار حضرت عائشہ کو ملے گا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار سیدہ امامہ کے گلے میں پہنا دیا۔ اسی طرح حضرت علی بن ابو العاصؓ سے بھی آپ کو بے حد محبت تھی۔ اور وہ زیادہ تر آپ کے گھر میں ہی رہتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ ۲۱ پر)

ایران کے بعد

کس کے گھر جائے گا طوفانِ بلا اسکے بعد

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی سندیلوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی شہرۂ آفاق درسگاہ کے شیخ التفسیر رہ چکے ہیں اور آج کل حضرت السید العلام بنوری قدس سرہ کی یادگار "جامعۃ علوم الاسلامیہ" میں دعوت و ارشاد کے شیخ و استاد ہیں۔ موصوف نے ایران کی صورت حال پر قلم اٹھایا ہے۔ موصوف کی علالت کے پیش نظر مضمون قدرے تاخیر سے پہنچا ہے لیکن بہرحال اب بھی تازہ ہے اور غور و فکر کا متقاضی! اور اپنے وسیع تر تجربات کے پیش نظر حالات کا نیا، فروزاں اور فکر انگیز تجزیہ کیا ہے۔ یہ باتیں ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچنے کی ہیں اور اسی نقطہ نظر سے ہم شائع کر رہے ہیں۔ اختلاف رائے کا حق دنیا میں ایک مسلم حقیقت ہے اور اس سلسلہ میں ہم ہر کسی کو دعوتِ غور و فکر دیں گے۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ (ادارہ)

افغانستان کے انقلاب کے بعد ایران میں خلفشار شروع ہوا۔ اور جو خبریں آ رہی ہیں وہ اگر مبالغہ آمیز نہیں ہیں تو ایران میں بادشاہت کا خاتمہ چند روز کی بات ہے ——— اس شورش کے قائدین میں اس وقت سب سے پیش پیش مولوی آیت اللہ خمینی ہیں جو فرانس میں بیٹھے ہوئے "اسلامی نظام" کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ اس نعرہ کے لیے سرزمین فرانس کا انتخاب بہت تعجب خیز ہے۔ اگر انہیں مکہ و مدینہ زادھما اللہ شرفاً سے بوجہ شیعیت لگاؤ نہ تھا تو اپنے عقیدے کے مطابق کربلا میں بیٹھ کر یہ آواز بلند کرتے۔ فرانس کے عشرت کدے کو انہوں نے اس کے لیے کیوں منتخب کیا؟ ایران میں ان کے پیرو گولیاں کھا رہے ہیں اور وہ ائرکنڈیشنڈ بنگلے میں بیٹھے ہوئے بیانات دے رہے ہیں ——— مزید تعجب اس پر ہوتا ہے کہ جب حکومت فرانس نے انہیں حکومتِ ایران کے خلاف سخت اور اشتعال انگیز بیانات سے منع کیا تو انہوں نے اپنے مذہب کی تعلیم یعنی "تقیہ" کو نظرانداز کر کے بہت جرأت اور صفائی کے ساتھ اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا ——— ایک مبصر کو صاف نظر آتا ہے کہ یہ ممانعت اور انکار صرف ایک ڈرامہ تھا۔ جو دنیا کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے کھیلا گیا تھا۔ ورنہ خمینی صاحب کی پشت پناہی کرنے والی طاقت کی مخالفت کرنے کی ہمت حکومت فرانس میں بھی نہیں۔

اسباب شورش

امریکہ کے فارسی بولنے والے طلبار کی طرف سے ایک کتابچہ ۲۳ رمئی ۱۹۷۸ء کو شائع ہوا جس میں خمینی صاحب کا ایک انٹرویو درج ہے اس میں انہوں نے: اپنی تحریک کے مندرجہ ذیل اسباب بیان کئے ہیں :-

۱۔ بادشاہت اسلام کے خلاف ہے ۔ صرف ایران ہی نہیں بلکہ جہاں بھی ہو ہم اس کے مخالف ہیں ۔

۲۔ ۱۹۵۳ء میں C.I.A کی امداد سے موجودہ بادشاہت کو تخت و تاج نصیب ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ یہ امریکہ کے بنائے ہوئے بادشاہ ہیں۔

۳۔ ۱۹۶۳ء میں شاہ نے ایران کے سب معاملات اسرائیل اور امریکہ کے حوالے کر دیئے ۔

۴۔ ۱۹۷۱ء میں شاہ نے سائرس کا ۲۵۰۰ سو سالہ جشن منا کر سلطنت قبل از اسلام کو متعارف کرایا۔

۵۔ عوام مفلوک الحال ہیں ـــ شاہ کی پالیسی ان کے لیے مفید نہیں رہی۔

۶۔ شاہ نے فحاشی پھیلائی ۔

خوئے بدرا بہانۂ بسیار

خمینی صاحب نے تحریک کے محرکات و اسباب بیان کئے ہیں وہ سب بہانوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ موصوف شیعہ ہیں ، انہیں اسلامی نظام سے کیا تعلق ؟ ـــ شیعہ مذہب میں تو جمہوریت کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ ان کے مذہب میں تو "امام" ہی حکمران مطلق ہوتا ہے۔ اس نظریہ کے حاملین بادشاہی کی مخالفت اور جمہوریت کی تبلیغ کریں ! اسے فریب دہی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ؟ دوسرے مقامات سے غالباً ان کا اشارہ سعودی عرب کی طرف ہے۔ اسی سے ان کی خطرناک نیت کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ حرمین شریفین میں فتنہ پیدا کرنے کے خواہشمند ہیں۔

موجودہ شاہ کے برسر اقتدار ہونے کے پورے پچیس سال بعد انہیں C.I.A یاد آئی۔ حالانکہ یہ اعتراض تو اسی وقت ہونا چاہئے تھا۔ عروبت سے ہمدردی کا جذبہ خمینی صاحب اور ان کے رفقاء کے دل میں اس وقت کیوں نہ پیدا ہوا۔ جب یہودی پائلٹوں کی تربیت ایران میں ہو رہی تھی ؟ جب سب عرب ملکوں کی ناراضی اور ناگواری کو نظرانداز کرکے ایران نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کئے ؟ اور جب عربوں بلکہ دنیا کے سب مسلمانوں کی مرضی اور مصلحت کے خلاف ایران نے یورپ اور امریکہ کو تیل کی سپلائی جاری رکھی۔ جبکہ عربی ممالک نے امریکہ اور یورپ نیز اسرائیل کے خلاف تیل کی بندش کو بطور حربے کے استعمال کیا تھا ؟ برسوں کے بعد آج عربوں کا درد ان کے سینے میں کیوں اٹھ رہا ہے ؟ اور سب معاملات کا اسرائیل اور امریکہ کے حوالے کر دینا اتنے برسوں تک انہیں کیوں نظر نہ آیا؟ آج کیوں دکھائی دینے لگا؟ پھر یہ کہ اس مبہم الزام کی کوئی تفصیل ، اور کوئی مثال تو وہ بتائیں تاکہ دنیا سمجھ سکے کہ فلاں فلاں معاملات امریکہ و اسرائیل کے سپرد کر دیے گئے۔ ایسی گول مول بات کہنا تو ان کی دروغ گوئی کا ثبوت سمجھا جائے گا۔ آٹھ نو سال کے بعد جشن سائرس پر موصوف کی برہمی باسی کڑھی کا ابال ہونے کی وجہ سے "خوئے بد را بہانۂ بسیار" کی مصداق ہے ـــ ۱۹۷۱ء سے اب تک شاید اس کے لیے استخارہ دیکھ رہے تھے۔ کیا موصوف متعہ کو ممنوع قرار دیں گے ؟ جو ان کے مذہب میں بڑی فضیلت کا کام ہے ـــ متعہ کے رواج کے ساتھ فحاشی کا شکوہ ! اجتماع ضدین کی خواہش کا اظہار ہے ـــ جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ شیعہ ایرانیوں

کا قول عام ازیں کہ وہ خواص ہوں یا عوام ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ انہیں مفلوک الحال لکھنا ۔۔ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔

تحسینِ ناشناس

ایران میں شورش ہوئی تو اس کی حقیقت اور اس کے مضمرات کو سمجھے بغیر ہمارے بعض بے بصیرت سیاسی لیڈروں نے اس پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرنا شروع کر دئیے۔ شیعہ تو ایک منصوبہ کے ماتحت اس کی تعریف و توصیف کر رہے ہیں۔ مگر ہمارے قائدین ملّت کا اس کی تعریف میں اپنا زورِ بیان صرف کرنا سراسر بے بصیرتی اور ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے۔ ان سطح بینوں کی نظر اس واضح حقیقت کو بھی دیکھنے سے قاصر ہے کہ شیعہ اور اسلامی نظام دو متضاد چیزیں ہیں۔ اور یہ بات محالات سے ہے کہ کوئی شیعہ اسلامی نظام قائم کرنے کا خواہش مند ہو یا اسے قائم کر سکے۔ اسلامی نظام تو قرآن و سنت پر مبنی ہوتا ہے۔ شیعوں کو نہ قرآن مجید سے کوئی تعلق ہے اور نہ سنّت سے۔ اسلامی نظام کے جو بہترین نمونے ہیں وہ ان کے نزدیک بدترین نظام کی مثالیں ہیں۔ وہ اگر اسلامی نظام قائم کرنا بھی چاہیں تو آخر کس بنیاد پر کریں گے؟ یہ اصولی بات ہے جو تقریباً بدیہی ہے۔ اگر ہمارے سیاسی قائدین میں ذرا سی بھی سیاسی اور دینی بصیرت ہوتی ۔۔ اور وہ اگر "سستی ذہن" سے غور کرنے کے عادی ہوتے تو یہ بات انہیں ہوشیار کر دینے کے لیے کافی ہوتی اور وہ یہ سوچتے کہ شیعوں کی جانب سے ایک شیعہ مملکت میں اسلامی نظام کا نعرہ کیوں لگایا جا رہا ہے؟ اس کے مضمرات کیا ہیں؟

یہودی پروپیگنڈا اور روس کی حمایت

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ خمینی صاحب ابھی چند ماہ پیشتر تک گوشۂ خمول میں پڑے ہوئے تھے۔ چند ماہ سے یہود اور ان کے زیرِ اثر پریس اور ریڈیو نے انہیں گمنامی سے نکال کر شہرت کے بازار میں لا کر بٹھا دیا۔ مغربی پریس، ریڈیو، ٹی وی سب ان کے حق میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اور انہیں ہیرو بنانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہود اور ان کے ہمنوا، یورپ و امریکہ کے عیار کسی ایسے شخص کے حق میں پروپیگنڈا کر سکتے ہیں جو ان کے کسی کام کا نہ ہو؟ وہ تو صرف اپنے ہی آدمی کو شہرت دینا چاہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خمینی صاحب درحقیقت یہود کے آدمی ہیں جو ان کے منصوبہ کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے مغربی دنیا انہیں بانس پر چڑھا رہی ہے۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ روس کھلم کھلا ایرانی شورش پسندوں کی حمایت کر رہا ہے ۔۔۔ تو کیا کمیونسٹ بھی اسلامی نظام کی طرف راغب ہو گئے ہیں؟ (باقی آئندہ)

تسخیرِ قمر

حضرت مولانا بنوری
قدس سرہٗ

تسخیر قمر کا غلغلہ بلند ہوا تو سید بنوری نے اپنے علمی ماہنامہ بینات میں یہ مقالہ رقم فرمایا جس میں مستور قرآنی حقیقتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جو سائنس کے اس دور میں یہ مقالہ نوجوان نسل کا نور ہے (علوی)

تمام عالم میں ایک شور برپا ہے کہ چاند کی تسخیر ہو گئی، تمام فضائی عالم کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔ انسان چاند پر پہنچ گیا۔ امریکہ نے حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا اور کچھ سادہ لوح انسانوں کا مذہبی عقیدہ متزلزل ہونے لگا کہ یہ مخلوق آسمانوں پر کیسے پہنچ گئی ہمیں ان حضرات کے تعجب پر تعجب اور حیرت پر حیرت ہے۔ اعلیٰ ترین دماغوں نے فیثاغورس اور بطلیموس، افلاطون اور ارسطو کے عہد سے ہی اللہ تعالیٰ کی اس کائنات اور فضا کے محیر العقول نظام کے حقائق و معلومات حاصل کرنے کے لئے لگاتار کوششیں کی ہیں اور موجودہ دور میں بڑی حد تک ان قدیم فلاسفہ کی خوشہ چینی کر کے ہی عملی تجارب آگے بڑھائے ہیں۔ اسلامی ادوار میں بھی رصدگاہیں بنیں اور بہت کچھ ان نظریات کی تحقیقات ہوئی غرض یہ کہ ہزاروں برس سے ان فضائی معلومات و تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ یہاں ہمیں سب سے پہلے تو عقل کی پرواز پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے انسانی عقل و دماغ کو کتنی بڑی صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ یہ تمام خالق عقل، حق تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانیاں ہیں، اس کے بعد کائنات کی وسعت، آسمانی کائناتی نظام کی وسعت پر غور کیا جائے۔ لاکھوں برس سے یہ حیرتناک نظام جاری و ساری ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ثنا و صفت کے لائق جس نے یہ عظیم الشان کارخانہ قائم کیا ہے مزید غور کیجیے کہ فضاء فوقانی میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں نہیں اربوں کھربوں کرے ہیں۔ جو آسمانی نظام میں معلق جگمگا رہے ہیں اور زمین والوں سے بعض اتنے دور ہیں کہ ان کی روشنی، روشنی کی رفتار سے جو فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل یا ۳۰۰ ہزار کیلو میٹر ہے، زمین پر لاکھوں نوری سالوں کے بعد پہنچتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم پھر اس فضا کے اندر کتنے نظام شمسی ہیں بعض سورج تو ایسے ہیں کہ ان میں نور تو ہے لیکن بجائے حرارت کے برودت ہے اگر زمین والوں پر ان کی تاثیر پہنچ جائے تو تمام مخلوق جو کرہ ارض پر آباد ہے منجمد ہو جائے اور اس کرہ ارض کا نظام شمسی جس میں روشنی اور حرارت دونوں ہیں۔ اگر ہواؤں اور بادلوں سے ان کی حرارت کم نہ ہو جائے تو دنیا جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتی۔ پھر یہ اربوں کرے، جن میں چاند، سورج، زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری زحل اور جوزا، سرطان، اسد وغیرہ شامل ہیں، سب کے سب اس فضا میں معلق ہیں ان میں سے بعض کا حجم زمین سے لاکھوں گنا بڑا ہے۔ ایک جوزا کا حجم ہی سورج سے لاکھوں گنا بڑا کہا جاتا ہے۔ یہ سب ان گنت کرّے پہلے آسمان کے نیچے نیچے فضا میں موجود ہیں۔ اس خدائے قادر لایزال عزیز و علیم کا یہ حیرت انگیز نظام ہے جس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ابھی نسلِ انسانی کو کروڑوں سال کا عرصہ چاہیئے جس کا سائنسدان بھی اعتراف کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث نے کہیں بھی یہ تصریح نہیں کی کہ یہ چاند سورج افلاک میں جڑے ہوئے ہیں یہ تو صرف بطلیموسی ہیئت کی پیداوار ہے کہ سبع سیارات آسمانوں میں ہیں لیکن جدید ہیئیات نے اس بطلیموسی نظام کی غلط بینی ثابت کر دی ہے کہ یہ فضا میں معلق ہیں فیثاغورس کا نظریہ بطلیموس کے خلاف تھا وہ ان سب کو فضا میں مانتے تھے اور یہ بھی کہیں نظر سے گذرا ہے کہ فیثاغورس زمین کی حرکت کے بھی قائل تھے اور کچھ بعید بھی نہیں اس لئے کہتے ہیں فیثاغورس حضرت ادریس علیہ السلام کے شاگرد تھے اور ان سے مستفید تھے ہو سکتا ہے کہ وحی آسمانی کی برکت سے ان کا نظریہ صحیح ہو گیا ہو، علماء اسلام میں سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ زمین کی حرکت کے قائل تھے، قرآن کریم کی تعبیر "ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح" کا صاف مطلب یہی ہے کہ یہ تمام نجوم اور سیارے چاند و سورج آسمان دنیا کے نیچے ہیں اور اس نیلگوں آسمان کے لئے آرائش و زینت کا کام کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ آسمان اور ہیں اور افلاک اور شیٔ ہیں نیز یہ کہ آسمان کا اطلاق ہر فوقانی چیز پر کیا جاتا ہے، جدید سائنس میں آسمانوں کی نفی کی کوئی دلیل نہیں صرف اتنا ثابت ہے کہ یہ کرّے آسمان میں جڑے ہوئے نہیں ہیں، بہر حال ان مختصر اشاروں سے آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات کی وسعت کس قدر حیرت انگیز ہے اور آسمان تک تو ابھی ان کی عقل و مشاہدہ اور رصدگاہوں کی پرواز پہنچی ہی نہیں۔ پھر اس پر بھی غور کیجیے کہ اربوں کھربوں تاروں میں زمین سے قریب تر چاند تھا جس کی دوری دو لاکھ اڑتیس ہزار میل بتائی جاتی ہے۔ اس تک ڈرتے ڈرتے کھربوں روپیہ خرچ کیا سالہا سال تک اعلیٰ ترین دماغوں نے عرق ریزی کی تب کہیں جا کر انسان چاند پر پہنچ کر کچھ ریت اور پتھر لے آیا۔ اگر یہ رقم تمام عالم کے محتاجوں میں تقسیم کی جاتی تو شائد دنیا میں کوئی فقیر نہ رہتا۔ شاید اللہ تعالیٰ کی تکوینی مصلحت اس

میں یہ ہو کر ان کی دولت اور ان کی دماغی توانائی ان عبث و بیکار باتوں میں صرف کر دی جائے اور دنیا کو ان کے ظلم و عدوان سے بچایا جائے اگر یہ پوری دولت اور طاقت صرف دنیا اور زمینی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی تو نہ معلوم یہ کیا ستم ڈھاتے علاوہ ازیں کہ اللہ تعالےٰ کی حجت ان کفار پر پوری ہو رہی ہے کہ اب بھی حق تعالیٰ کی عظمت کمال قدرت، کمال جبروت، خلاقیت اور حیرت انگیز محیر العقول نظام پر ایمان لے آئیں کوئی معذرت قیامت کے دن ان کے پاس باقی نہ رہے۔ سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیٔ شھید، ان آفاقی و انفسی دلائل قدرت اور تکوینی معجزات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی اگر حق تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر ایمان نہ لائیں تو ان سے بڑھ کر بدنصیب قوم کون ہوگی؟ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعلمون ظاھراً من الحیاۃ الدنیا وعن الاٰخرۃ ھم غافلون۔

غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے کرّہ کا جو فضا میں معلق ہے جس میں پہاڑ اور ریگستان اور غار ہی ہیں اور خود بالکل سیاہ ہے سورج کے ساتھ کیسا ربط و تناسب قائم کیا ہے کہ اس کی روشنی سے تمام عالم میں قمر کی روشنی مدو جزر اور دوسرے منافع کا اور مہینوں کے حساب کا نظام قائم فرما دیا ہے اس قمر سے سمندروں اور دریاؤں کے مدّو جزر کا تعلق رات کے اندھیروں میں سمندروں کے اندر کشتی بانوں اور جہاز رانوں کو اسی سے جہات معلوم ہوتی ہیں۔ پھلوں اور اناج کے پکنے میں لذت کے وقت چاند کی شعاعوں کی تاثیر ہی رہا ہے۔ پھر قمری مہینہ کا پورا حساب، چاند نکلنے اور بڑھنے گھٹنے کے ساتھ سال کے بارہ مہینوں کا حساب اور موسموں، فصلوں کا نظام، سورج کے ساتھ کس حیرت انگیز طریق پر قائم ہے کہ جس سے ایک فلسفی، ایک دیہاتی، ایک حکیم اور ایک بدّو یکساں طور پر مستفید ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ چاند کیوں بڑھتا گھٹتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی حکمت اور علت کو چھوڑو اس کے منافع پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظام اوقات اور حج بیت اللہ کے وقت معلوم کرنے کے لئے یہ سلسلہ جاری فرمایا ہے۔

آیت کریمہ:۔ ویسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج۔ کا مفہوم یہی ہے صحابہ کرام کو آپ کی صحبت سے جو ایمانی قوت و بصیرت نصیب تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت نہ تھی کہ شمس و قمر کے فلسفیانہ اسباب و علل کو معلوم کر کے ایمان بڑھائیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تخلیقی منشاء کو واضح فرمایا کہ ان کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے گو اسباب و اسرارِ تخلیق سے توجہ ہٹا کر مقصدِ تخلیق واضح فرما دیا تاکہ احکام شرعیہ کی تعمیل کریں اور حکمتوں کے درپے نہ ہوں۔

اسی طرح اس وقت بھی اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم بخشی ہو تو اس کے لئے ان سائنسی کارناموں سے انبیاء علیہم السلام کے معجزات و کمالات سمجھنے کا راستہ کھل سکتا ہے۔ دنیا نے ہزاروں سال محنت کی۔ طرح طرح کے پاپڑ بیلے، اربوں، کھربوں دولت ضائع کی۔ قیمتی جانوں کو خطرے میں ڈالا اور اس کے نتیجہ میں صرف قریب ترین کرّے چاند تک رسائی حاصل کی۔ اب حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ دیکھئے۔ اور ان کی بلندی مراتب کا تصور کیجئے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اسباب و تدابیر، آلات و وسائل کے بغیر جب چاہا آسمانوں کی سیر کرا دی، فضائے بسیط کا سارا فاصلہ چند لمحوں میں طے کرا دیا۔ اور "آناً فاناً" تمام آسمانوں سے اوپر پہنچا دیا۔ رفعت انسانی کی تمام حدیں پست رہ گئیں اور ملکوتِ الٰہیہ کے وہ عجائبات دکھلا دیے کہ نسلِ انسانی اسباب کے دائرے میں کروڑوں برس تک تحقیقات پر محنت کرے مگر ناممکن ہے کہ اس کا لاکھواں حصہ بھی حاصل کر سکے سلیمان علیہ السلام کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ ان کے لئے ہوا مسخر کر دی۔ چنانچہ ان کا "ہوائی تخت" محض ہوا کے دوش پر مہینوں کی مسافت صبح و شام کے چند لمحات میں طے کر لیتا تھا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق کے ذریعہ برق رفتاری کا جو ریکارڈ قائم کیا گیا کیا بجلی کی رفتار اور ایٹمی رفتار اس کی گرد کو بھی پہنچ سکتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی عرفات میں ایک لاکھ انسانوں کے جمِ غفیر سے خطاب فرما رہے ہیں۔ تمام سامعین تک آپ کی آواز بغیر مشین کے پہنچائی جا رہی ہے۔ وادی منیٰ میں خدا کے آخری پیغمبر کا خطبہ ہو رہا ہے۔ تمام حجاج کرام جو تقریباً آٹھ مربع میل وادی میں پھیلے ہوئے اپنے اپنے خیموں میں قیام پذیر تھے آپ کی آواز بلا کم و کاست سن رہے ہیں سنن ابی داؤد کی حدیث ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں ہم اتنی دور کی آواز اتنی آسانی سے سن رہے تھے کہ گویا آج ہماری قوتِ سماع بڑھا دی گئی ہے"۔ نہ مائیکروفون ہے نہ لاؤڈ اسپیکر، نہ ریڈیو اسٹیشن ہے نہ بجلی کے آلات، لیکن پوری وادی میں پھیلا ہوا مجمع آپ کی آوازِ مبارک کی لذت اندوزی سے سرشار ہے۔ آج ٹیلیویژن کی ایجاد پر دنیا محو حیرت ہے اور اسے سائنسی معجزہ کہا جاتا ہے لیکن نبوت ٹیلیویژن اور لاسلکی نظام کی رہین منت نہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان اسباب کے بغیر "عالم غیب" لا کھڑا کر دیا جاتا ہے اور مسجد نبوی کی دیوار قبلہ میں جنت و دوزخ کا مشاہدہ بحالت نماز کسوف کرا دیا جاتا ہے۔ آج دنیا زمین پر بیٹھ کر دوربینوں سے چاند کی سطح کا مشاہدہ کرنے پر پھولی نہیں سماتی۔ لیکن نبوت کی آنکھ دوربینوں کی منت کشی کے بغیر خندق کھودتے ہوئے بصرہ کے محلات کا مشاہدہ کر لیتی ہے آج آلات کے ذریعہ زمین والے چاند والوں کو ہدایات دیتے ہیں اور بڑا کرشمہ سمجھا جاتا ہے لیکن نبوت کی انگشت شہادت براہ راست چاند کو ہدایات جاری کرتی ہے اور دیکھنے والے چاند کو تعمیل حکم کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ خیر یہ تو پیغمبرانہ معجزات ہیں۔ آپ کے فیض صحبت سے فیض یافتہ کرام ہی کی کرامت پر ایک نظر ڈالیے۔ فاروق اعظم مدینہ طیبہ میں جمعہ کا خطبہ دے ملک شام میں ایک جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہیں فوجی قائد پیچھے پہاڑی کے نرغے میں ہے عین اسی وقت اسے ہدایت دیتے ہیں "یا ساریہ الجبل

طے
اباد

(اے ساریہؓ پہاڑ کی طرف کا خیال رکھو کہ اس طرف سے دشمن حملہ نہ کرے) حضرت ساریہؓ نہ صرف فاروق اعظم کی گونجتی ہوئی آواز کو پوری طرح سنتے ہیں بلکہ اس کے مطابق عمل کر کے میدان جنگ کا نقشہ پلٹ دیتے ہیں۔ کیا ریڈیو اور ٹیلیویژن کی اختراع اس سے زیادہ عجیب ہے؟

ہمارے استاذ محترم امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اپنے ایک فصیح وبلیغ قصیدہ میں اس حقیقت کا پہلی بار انکشاف فرمایا ہے کہ عالم اسباب میں عقل انسانی کی اختراعات کے ذریعہ جتنی حیرت انگیز ایجادات ہوئی ہیں اور ہوں گی ان سب کا نمونہ انبیاء کرام کے معجزات میں موجود ہے درحقیقت انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات پیش خیمہ ہیں اس بات کا کہ آئندہ چل کر نسل انسانی اسباب کے ذریعہ یہاں تک ترقی کرے گی۔ فرماتے ہیں۔

وقد قیل ان المعجزات تقدم
بما یرتقی فیه الخلیفة فی مدیٰ

۴۴ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمہ اللہ کشمیر سے واپسی پر لاہور میں آسٹریلین بلڈنگ میں بطور مہمان قیام پذیر تھے میزبان نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کو بھی دعوت دی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیان فرمانا شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب انتہائی حیرت و تعجب سے ہمہ تن گوش تھے! اور خوب خوب مستفید ہو رہے تھے۔ مجھے ارشاد فرمایا "ڈاکٹر صاحب کو میرے قصیدے کے وہ اشعار جو اس مضمون سے متعلق ہیں سناؤ" اتفاق سے مجھے وہ تمام قصیدہ اس وقت محفوظ تھا میں نے سنانا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت ہی تعجب سے میری طرف دیکھنے لگے۔

خیر کہنا یہ ہے کہ ایک معمولی کرے تک پہنچ جانا کیا اس کا نام "کائنات کی تسخیر" ہے؟ جس کا چار دانگ عالم میں ڈنکا بجایا جا رہا ہے۔ "عمر کے آدمی گئے پیر شدی" اصل تسخیر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کرے کو تمام دنیا کے لئے پیغام رحمت بنایا ہے۔ اور حیات انسانی اس کی رہین منت ہے ان سائنسی کارناموں سے ایک مسلمان کو حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا زیادہ سے زیادہ مشاہدہ ہونا چاہئے اور اس کا ایمان قوی تر ہونا چاہئے کہ کس چیز سے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا فوائد مخلوق کے لئے مقدر کئے ہیں اگر فضا میں خلائی اسٹیشن قائم ہو جائے اور نسل انسانی کی آبادی وہاں شروع ہو جائے تو "ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانك فقنا عذاب النار" کی تفسیر کے تحت آجائے گی۔ بہر حال ان سائنسی کارناموں سے کسی اسلامی عقیدہ پر زد نہیں آتی۔ یہ امریکہ یہ روس اور یہ سائنسدان ان ہی کروں کی تحقیقات میں رہیں گے۔ جو آسمان سے نیچے معلق ہیں۔ آسمانی دروازے ان شیاطین پر بند ہیں اللہ تعالیٰ نے انس وجن دونوں قسم کے شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ وہاں تک پرواز کر سکیں۔ البتہ ان سائنسی کرشموں سے یہ فائدہ ہوا کہ جو چیز انبیاء کرام کے معجزات میں کار فرما تھی اور عقل انسانی اپنی کوتاہ نظری کی بناء پر اس کو محال و ممتنع سمجھتی تھی اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کر دی اور اس کا امکان ثابت ہو گیا اور ایک چھوٹے سے نمونے میں اس کا وقوع دکھلا دیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خوارق و معجزات سے انکار نہ کر سکیں۔ تفصیلات تو بہت ہیں تاہم امید ہے کہ ان ہی اشارات سے بہت کچھ رہنمائی ہو جائے گی مسلمانوں کے ایک صوفی شاعر حضرت فریدالدین عطارؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہست عالم ذرۂ از ندرتش — بانہ ذرہ عالمے از حکمتش
کار عالم غیرت است وحیرت است — حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

بقیہ : حضرت ابوالعاصؓ

ان کو جنگی تربیت بھی اپنے دست مبارک سے دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے سورما ان کا مقابلہ کرتے ہوئے گھبراتے تھے اور ہر جنگ میں زیادہ "کشتے" حضرت علی بن ابوالعاص کے ہاتھ سے ہی ہوتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسا خاص جنگی کمال اور ہنر عنایت فرمایا ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے۔ حضرت علی بن ابوالعاصؓ نے اپنی ساری عمر جہاد فی سبیل اللہ میں گذار دی اور دور فاروق اعظمؓ میں کمال بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ کا نقشہ بدل دیا اور بالآخر اسی معرکہ یرموک میں شہادت پائی۔

حضرت ابوالعاص کی صاحبزادی کو حضرات حسنین سے بے حد انس تھا اور یہی وجہ تھی کہ سیدہ فاطمہؓ نے مرتے وقت حضرت علیؓ بن ابوطالب کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد حضرت امامہؓ سے نکاح کرلیں۔ تاکہ میرے بچے بہتر تربیت اور شفقت و محبت پا سکیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق سیدہ امامہؓ بنت ابوالعاصؓ سے نکاح کرلیا۔ اور انہوں نے سیدہ فاطمہؓ کی امیدوں کے مطابق سارے بچوں خصوصاً حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو نہایت محبت سے پرورش کیا۔ چنانچہ حضرات حسنین کے کمالات میں سیدہ امامہ بنت ابوالعاص کی تربیت کا بہت

جدید مسائل اور علماء کی ذمہ داری

حضرت الشیخ بنوری علیہ الرحمہ

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر فضل الرحمن کے تعاقب میں یہ سطور قلم بند فرمائی تھیں جن میں جدید تمدنی مسائل کے سلسلہ میں علماء کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ضرورت کے پیش نظر یہ سطور پیش خدمت ہیں (ادارہ)

"بینات" کے چند مسلسل اعداد میں راقم الحروف نے علماء امت کی خدمت میں جو گذارش کی تھی اس کا حاصل یہ تھا: کہ "دین اسلام" کامل ترین نظام حیات ہے، ہر عصر کے لیے صالح نظام ہے اور ہر مشکل کا علاج اس میں موجود ہے۔ قرآن کریم و سنت نبویہ، دو ایسے سرچشمے ہیں جن کا آب حیات قیامت تک کی آنیوالی نسلوں کے لیے حیات بخش ہے اور قیامت تک پیدا ہونے والے امراض کے لیے نسخۂ شفا ہے۔ انہی دو چشموں سے "اجماع امت" اور "قیاس فقہی" کی نہریں جاری ہوئی ہیں اور اس طرح سے کتاب و سنت یا قرآن و حدیث اور اجماع امت و قیاس سے فقہ اسلامی وجود میں آئی اور اسلامی قانون مدون ہوا ہے اور فقہاء امت کے مساعی مشکورہ سے ہزاروں لاکھوں مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب ہو گئے ہیں۔ فقہاء امت نے انہی اسلامی ماخذ کی روشنی میں ہر دور کے نئے مسائل کو حل کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ابدی اور محکم ہے ہر مرض کی دوا اس میں مل جاتی ہے جس طرح ہمارے سلف صالحین نے اپنے اپنے زمانے میں جدید افتاد و مسائل کا حل تلاش کیا اور امت کی رہنمائی کی اور امت کو گمراہی سے بچایا۔ ٹھیک اسی طرح آج یہ فریضہ عہد حاضر کے علماء کے ذمے عائد ہوتا ہے کہ جدید تمدن سے جو جدید صورت حال رونما ہوئی ہے اس کے پیش نظر مدون و مرتب ذخیرہ کی روشنی میں ان نئے مسائل کا حل معلوم کر کے جدید نسل کو گمراہی سے بچائیں اور ایک دفعہ پھر اس تاریخی حقیقت کو باور کرائیں کہ دین اسلام اور قانون اسلامی ہر زمانے کے لیے کافی و شافی ہے اور یہ کہ فقہاء اسلام کی کوششوں سے جو کچھ مرتب ہوا یہ ہمارا قیمتی سرمایہ ہے امت کبھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اس خیال کے تجزیہ سے یہ بات نہایت واضح ہے کہ جو کچھ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں منصوص احکام شرعیہ آگئے ہیں۔ وہ امت کے لیے ہر حالت میں واجب الاطاعت ہیں اور ہمارے اجتہاد کے اثر سے بالاتر ہیں اور اگر احادیث میں کچھ تعارض ہے یا قرآن کریم کی دلالت قطعی موجود نہیں ہے تو فقہاء امت اور محدثین کرام نے انہی مشکلات کے تصفیہ کے لیے اصول فقہ اصول حدیث کے علوم و فنون تدوین کیے ہیں اور وہ مسائل داخل دائرہ فقہ میں آجاتے ہیں۔ الغرض دین کے احکام تین قسم کے ہیں۔

(۱) احکام منصوصہ اتفاقیہ۔

(۲) احکام اجتہادیہ اتفاقیہ۔

(۳) احکام اجتہادیہ خلافیہ۔

پہلی دو قسموں میں جدید اجتہاد کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، تیسری قسم میں بھی اجتہ[...]
کی ضرورت نہیں سمجھتا البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر مذہب حنفی میں واقعی دشواری [...]
ہے اور امت محمدیہ واقعی تیسیر و تسہیل کی محتاج ہے اور اعذار بھی صحیح و واقعی ہ[...]
محض وہمی و خیالی نہیں ہیں تو دوسرے مذاہب پر عمل کرنے اور فتویٰ دینے کی گنجائش ہوگی ا[...]
ضرورت کس درجہ میں ہے اور ہے بھی یا نہیں، یہ صرف علماء و فقہاء کی جماعت طے کرےگ[...]

چوتھی قسم مسائل کی وہ ہے جو جدید تمدن نے پیدا کیے ہیں اور سابقہ فقہ اسلامی کے [...]
ذخیرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے نہ نفیاً نہ اثباتاً۔ ان مسائل میں ان جدید تقاضوں کو پو[...]
کرنا اور ان مشکلات کو حل کرنا دور حاضر کے علماء کا فریضہ ہے۔ لیکن یہ کہ وہ ان مسا[...]
کا قیاس و اجتہاد سے قدیم ذخیرہ کی روشنی میں فیصلہ کریں، ان علماء میں حسب ذیل [...]
شرائط ہوں۔

(۱) اخلاص (۲) تقویٰ (۳) قرآن و حدیث و فقہ اسلامی میں مہارت و وسعت [...]
(۴) دقت نظر و ذکاوت (۵) جدید مشکلات کے سمجھنے کی اہلیت۔

ان صفات کے ساتھ شخصی فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ ان صفات پر متصف جماعت [...]
ہو اور ان کے فیصلہ سے مسائل حاضرہ حل کئے جائیں بہر حال قرآن کریم حجت ہے [...]
احادیث نبویہ و سنت نبویہ دین کی اہم بنیاد ہے۔ تعامل علماء امت و اجماع امت [...]
شرعی حجت ہیں۔

فقہاء کرام کے اجتہادی مسائل واجب العمل ہیں۔ ظاہر ہے جو شخص یہ دعویٰ [...]
کرے کہ اجتہاد جدید کی ضرورت ہے یعنی سارا دین اسلام کا قدیم ڈھانچہ بدل ک[...]
جدید ڈھانچہ تیار کیا جائے، یا منصوص اجماعی و متفق علیہ مسائل کو از سر نو زیر بحث لای[...]
جائے اور قانون اسلامی کے متفقہ مسائل سے خلاصی کی راہ ڈھونڈ نکالیں اور یہ سب [...]
کچھ صرف اس لیے کہ عصر حاضر کی خواہشات و تقاضے سابقہ کوششوں سے پورے [...]
نہیں ہوتے۔ اگر کوئی صاحب یہ خیال قائم کریں تو کتنا غلط اور غیر واقعی خیال ہوگا۔

بہر حال میرا یہ منشا قطعاً نہیں کہ فیصلہ شدہ مسائل جو [...]

عہدِ نبوت سے آج تک مسلم ہیں اور امت محمدیہ ان پر عمل پیرا ہے۔ خواہ قرآن کریم کی تصریحات سے ہیں یا احادیث نبویہ میں فیصلہ شدہ ہیں یا فقہاء امت نے طے کر لیے ہیں ان میں ترمیم کی گنجائش ہے یا تبدیلی کا امکان، یہ سب فرق مراتب کے باوجود عملی حیثیت سے سب کے لیے واجب الاطاعت ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب ڈائرکٹر مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی نے اپنی تائید میں میرا جو حوالہ پیش کیا ہے مجھے اس پر تعجب ہے۔ ڈاکٹر صاحب بینک کے سود کو جائز قرار دیتے ہیں اور موجودہ معاشرے کے لیے بجد ضروری خیال کرتے ہیں حالانکہ سود کے جملہ اقسام کی حرمت "دین اسلام" کا مسلمہ قانون ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ علماء امت دوبارہ اس مسئلہ پر غور کر کے ان کی تائید و تصدیق کر دیں گے حالانکہ ڈاکٹر صاحب کے خیال کا دارو مدار ہی اس حقیقت پر ہے کہ انہوں نے حرمت ربا کی احادیث نبویہ کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے اور حضرت رحمت عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور قرآن دانی اور منصب نبوت سے سراسر ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے، نیز قرآن فہمی کے لیے جن علوم عربیت اور علوم بلاغت اور اصول فقہ کے مسلمہ قواعد اصول کی ضرورت تھی، یہ مضمون لکھ کر انہوں نے اپنی ناواقفیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ جس کی تفصیل و تحقیق ڈاکٹر صاحب ہی کی تعمیل حکم کے پیش عنقریب پیش کی جائے گی اور ان کی جدید تحقیق کا تجزیہ کر کے دکھلایا جائے گا کہ ڈاکٹر صاحب سنت نبویہ اور سنت جاہلیہ کے حدود بھی متعین نہ کر سکے۔ ڈاکٹر صاحب احادیث نبویہ کو ایک حدیثی تحریک کی حیثیت ہی سے جانتے ہیں جو بعد کی پیداوار ہے وہ اس کی تشریعی حیثیت کے بالکل منکر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مجلہ "فکر و نظر" میں اپنے جو مضامین شائع فرما رہے ہیں ان سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ ان کے اصول موضوعہ کے پیش نظر دین اسلامی کے اساسی مسائل سب زیر بحث آ سکتے ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، شراب، زنا، سود، سب میں تاویل و تحریف کر کے اچھا خاصا اسلام کا جدید ڈھانچہ تیار ہو سکتا ہے۔ اور شاید جدید معاشرے کے لیے یہ اسلام کے جدید ایڈیشن کی تیاری کی تدبیر ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کے معنی کی تشریح کے لیے اگر تعلیمات نبوت سے روشنی حاصل نہ کی جائے تو پورے کفر کا دوسرا نام اسلام ہو سکتا ہے جیسا کہ آج تک ہر دور کے ملاحدہ باطنیہ کرتے رہے پھر ہیر پھیر کرتے رہے، اور یہی کام خاکسار تحریک کے بانی نے کیا، کیونکہ خاکسار تحریک کی بنیاد بھی اسی انکار حدیث پر تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بحیثیت امیر کے مانتے تھے۔ نہ بحیثیت نبوت، اس لیے ان کے نزدیک وفات کے بعد پیغمبر کے اقوال واجب الاطاعت نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔

"آنحضرتؐ اساسی طور پر نوع انسان کے اخلاقی مصلح تھے۔ وقتاً فوقتاً کچھ انفرادی فیصلوں کو چھوڑ کر جن کی حیثیت محض ہنگامی واقعات کی ہوتی تھی، آپ نے اسلام کی ترتیب کے لیے بہت ہی کم قانون سازی کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ خود قرآن مجید میں بھی اسلامی تعلیمات کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے جس کا تعلق عام قانون سازی سے ہے۔ الخ"

"آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جو وقت وفات تک اہل مکہ اور عرب کی اخلاقی اصلاح کی شدید جد و جہد میں مصروف اور اپنی قومی ریاست کی تنظیم میں مشغول رہے ان کو اتنا وقت ہی کہاں مل سکتا تھا کہ وہ زندگی کے جزئیات کے لیے قوانین مرتب فرماتے الخ"

ڈاکٹر صاحب کی تحقیق ہے۔

"کہ اوقات نماز اور ان کی جزئیات کے بارے میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کے لیے کوئی غیر لچکدار اور جامد انداز نہیں چھوڑا"

یعنی لچکدار انداز چھوڑا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تائید میں اپنے فہم کے مطابق موطا مالک کی پہلی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحتہً پانچ نمازیں آپ نے پڑھی ہیں لیکن اس میں راوی نے پانچ اوقات کی تصریح نہیں کی حالانکہ دوسری روایات میں ان پانچ وقتوں کی تصریح بھی آ گئی ہے۔ جہاں تک ڈاکٹر صاحب کی نگاہ نہیں پہنچی بلکہ خود اسی روایت میں "وقت الصلوٰۃ" کا ذکر ہے۔ آگے خود موطا مالک ہی میں فجر، عصر، ظہر، مغرب، عشاء سب ہی اوقات کی احادیث موجود ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

"بعد ازاں حدیث میں جب کبھی نماز پر زور دیا جاتا ہے تو "صلوٰۃ" کے ساتھ "علیٰ میقاتہا" بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔

یعنی نماز اپنے صحیح وقت میں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمازوں کے لیے ایک معیاری وقت قائم کرنے کی مہم چلائی گئی تھی" (مجلہ فکر و نظر شمارہ نمبر ا جلد نمبر ا)

دیکھا آپ نے کس صفائی کے ساتھ اب اعتراف فرمایا گیا کہ پانچ نمازیں بعد کی پیداوار ہیں، گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں پانچ اوقات میں پڑھی ہیں نہ حکم دیا ہے، انا للہ۔ جب ڈاکٹر صاحب کی تحقیقات یہاں تک بے نقاب ہو گئیں تو آئندہ کیا توقع رکھی جا سکتی ہے ؏

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ڈاکٹر صاحب نے مجلہ "فکر و نظر" کے تین اعداد و شمار میں تقریباً ستر صفحات کا جو مضمون تحریر فرمایا ہے۔ وہ سب اسی انداز کا ہے اس سے چند جملے بلا تبصرہ سے پیش کیے گئے تاکہ ناظرین مفصل تبصرے کے انتظار میں زیادہ زحمت نہ اٹھائیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے کافی عرصہ قبل یہ "بارود" تیار کر رکھی تھی جواب دفعۃً موصوف نے چھوڑ دی۔ نہ معلوم ڈاکٹر صاحب کے بارود خانہ میں تباہ کاری کے اور کتنے سامان پنہاں ہیں، یہ تو محض بسم اللہ ہے، یہ ہے پاکستان کا مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلام!! شاباش زندہ باد ادارۂ تحقیقات اسلام! ہم تو ایک پرویز کی ہی مرثیہ خوانی کر رہے تھے، کیا معلوم تھا کہ ایں خانہ تمام آفتاب است۔

؏ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو صحیح اسلام اور اسلامی حقائق کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے کوئی غیبی سامان فرمائے۔

داغِ فرقت

قدوۃ الاولیاء حضرت مولانا
عبدالہادی صاحب دین پوری
نور اللہ مرقدہٗ

مہرِ تاباں چھپ گیا اور غم کے بادل چھا گئے
ہر طرف افسردگی ہے پھول بھی مرجھا گئے

اُٹھ گیا ہے آج دنیا سے وہ مردِ باصفا
مشعلِ راہِ ھدیٰ تھا پیکرِ علم و حیا

دین پور کی خاک میں اُف چھپ گیا ہے آسماں
چشمِ گوہر ریز ہے اور دل پُر از آہ و فغاں

خانقاہیں اور مدرسے کیوں اَب غمناک ہیں
صبح دم تیرے عقیدت مند گریباں چاک ہیں

مرجعِ عالم تھی تیری ذات منزل کا نشاں
تیری صحبت سے ہر اک ذرّے میں پیدا کہکشاں

کون بتلائے گا ہم کو اب رہِ عشقِ رسولؐ
اہلِ دل پوچھیں گے کِس سے اب تصوّف کے اصُول

زندگی بھر ہر عمل تیرا رہا قرآن پر ا
مرتے دم بھی خاتمہ بالخیر ہُوا ایمان پر

تیری یادیں ایک مدّت تک ہمیں تڑپائیں گی
تیری پیاری رس بھری باتیں سدا یاد آئیں گی

وائے خاورؔ موت کتنوں کو یہاں تڑپا گئی
کیسی کیسی صورتیں تھیں، خاک جن کو کھا گئی

حسن المرتضیٰ خاورؔ
رحیم یار خان

علم و عرفان کے جواہر پارے

خلاصۃ المشکوٰۃ —— ترجمہ: حضرت لاہوری قدس سرہٗ (زیر طبع) ہدیہ ۹/-

چہل ستہ صد احادیث —— ۳۶ منتخب احادیث کا ترجمہ ہدیہ ایک روپیہ

ملفوظات طیبات —— حضرت لاہوریؒ کے خطبات جمعہ و مجالس ذکر کی تقاریر کا خلاصہ ہدیہ ۴/۲۵

اصلی حقیقت —— حقیقت کیا ہے؟ از حضرت امام لاہوری قدس سرہٗ ہدیہ -/۶۱

مقصدِ قرآن —— از حضرت لاہوری قدس سرہٗ ہدیہ -/۶۰

ضرورۃ القرآن —— از حضرت لاہوری قدس سرہٗ ہدیہ -/۷۵

اسلامی تعلیمات —— تالیف: ڈاکٹر محمد ظفر اللہ طاہر
حضرت مولانا عبید اللہ انور کے بارہ سالہ خطبات جمعہ اور مجالس ذکر کی تقاریر پر مشتمل بہترین مواد ہدیہ ۱۲/-

دفتر انجمن خدام الدین سے طلب کریں

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱: لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۲۳۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۵ء ۲: سرگودھا ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۶۳ ۲۲۸ مورخہ ستمبر ۱۹۵۶ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۲۹/۲۰۰۶۶-۵-۵۵۸ مورخہ ۳ اگست ۱۹۶۳ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو GM ۴۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۲ء

حضرت الامام، قطب زماں، شیخ الشیوخ، مؤسس ثانی جمعیۃ علماء اسلام

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ

بانی انجمن خدام الدین لاہور

کی یاد میں

آپ کے محبوب جریدہ ہفت روزہ

خدام الدین لاہور کی خصوصی اشاعت

کی تاریخ کا اعلان عنقریب کر دیا جائیگا

خدام الدین کے عظیم و ضخیم نبوی نمبر کی مقبولیت کے بعد

کارکنان ادارہ اپنے مرحوم بانی کی بارگاہ میں ارمغانِ دل پیش کرنے کا عزم کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب و کامران فرمائے۔

ہم اس یادگار زمانہ اور تاریخی دستاویز کیلئے اہل علم و اہل قلم حضرات سے خصوصی تعاون کی درخواست کریں گے۔ حضرت کے متعلقین کے علم میں کوئی واقعہ ہو تو ہمیں لکھ کر ارسال کر دیں اور حضرت کا کوئی گرامی نامہ یا کوئی اور تحریر ہو تو اس کا فوٹو ارسال کر دیں یا اسی طرح بھیجدیں، ہم فوٹو لے کر بحفاظت آپ کو واپس کر دیں گے۔ (ادارہ خدام الدین لاہور)